ردِ تقلید

قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتصریحات ائمہ عظام

واقوال علماء کرام کی روشنی میں

مؤلف: حافظ جلال الدین القاسمی۔ (فاضل دار العلوم دیوبند۔ ایم اے میسور یونیورسٹی)

ردِ تقلید

قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتصریحات ائمہ عظام
واقوال علماء کرام کی روشنی میں

مؤلف

حافظ جلال الدین القاسمی

(فاضل دارالعلوم دیوبند. ایم اے میسور یونیورسٹی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	ردِ تقلید
مؤلف	:	حافظ جلال الدین القاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی)
سنِ اشاعت	:	فروری ۲۰۱۴ء
ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
صفحات	:	چھیالیس (۴۶)
تعداد	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	ابوسفیان، مالیگاؤں 8087652156
ناشر	:	فیت والا پبلی کیشن ہاؤس

ملنے کا پتہ

عاصم شہزاد فیت والا

گولڈن ایجنسیز (ڈابر انڈیا لمیٹیڈ)، سٹی کالج کے پیچھے، مالیگاؤں 9028182104

عرضِ ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین. و بعد

زمانہ قدیم ہی سے اہل الرائے اور اہل الحدیث کی باہمی رسہ کشی کی بنیاد ''تقلید'' رہی ہے۔ موجودہ دور میں بھی عوام وخواص کے درمیان مسئلہ تقلید ہی موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ حالانکہ گذشتہ چند دہائیوں میں تقلیدی رجحانات کے علاوہ جذبۂ اطاعت کو بھی قدرے فروغ حاصل ہوا ہے۔

چونکہ انسان فطری وتخلیقی اعتبار سے تحقیق پسند واقع ہوا ہے اس لیے ٹیکنالوجی کی دستک نے اس کی زندگی سے وابستہ دیگر امور کے ساتھ اس کے مذہبی ومنہجی افکار ونظریات میں بھی اک مثبت انقلاب برپا کر دیا ہے۔ خواص کے علاوہ عامۃ الناس بھی اندھی تقلید کے مفہوم کو سمجھ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف سماج کے تمام طبقات میں علمی وتحقیقی نشاط محسوس کیا گیا ہے بلکہ تقلید حیات وممات کی کشمکش میں مبتلا ہے تو مقلدین' دفاعی پوزیشن میں آچکے ہیں۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس عالمِ رنگ وبو میں بندۂ مومن کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی نیکیاں ہیں جنھیں وہ ہر طرح کے ریا ونمود اور نظر بد سے بچانا چاہتا ہے جب کہ تقلید کے فکری جمود وتعطل نے جذبۂ اطاعتِ رسول ﷺ کو جو کاری ضرب لگائی ہے اس سے اعمالِ صالحہ کے بھی ضائع ہونے کے امکانات یقینی ہو جاتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یا ایھاالذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و لا تبطلوا اعمالکم......(سورۃ محمد ۳۳)

''یعنی اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

اسی طرح مولانا رومی رقمطراز ہیں:

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوئی ست　　　　که بود تقلید گر کوہِ قوی ست

تمام نیکیوں کو برباد کرنے کے لیے تقلید آفت ہے کہ تقلید گھاس کے برابر ہے گرچہ قوی پہاڑ کیوں نہ ہو۔

یوں تو تقلید پر ان گنت کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن تقلیدی افکار ونظریات پر تعصب وعناد کی چڑھتی ہوئی دبیز چادر کے سامنے جتنی بھی ہوں وہ کم ہی ہیں۔ علاوہ ازیں زیرِ اشاعت کتاب ''ردِّ تقلید''

کے مؤلف حافظ جلال الدین القاسمی صاحب کے طرزِ استدلال اور طریقۂ استنباط کی لطافت وحلاوت کی جو شانِ انفرادیت ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت کے بعد میسور یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے بھی کیا ہے۔ اردو' عربی' فارسی' انگریزی اور سنسکرت کے علاوہ اور بھی زبانوں میں آپ کو مکمل دسترس حاصل ہے۔ انہی امتیازی خصوصیات کی بناء پر علمی وادبی حلقوں میں آپ کی شخصیت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

فن خطابت پر جو قدرتی ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ نیز صحافت کے میدان میں بھی آپ کی قابلِ تحسین خدمات ہیں۔

اس سے قبل بھی آپ کی کئی تحریریں مقبول عام ہو چکی ہیں جن میں 'احسن الجدال بجواب راہ اعتدال' اور 'تاریخ اہل حدیث' کتابیں سرِ فہرست ہیں۔ عدیم الفرصتی اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ کی کئی کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں۔

کتابِ ھٰذا جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے ضرورت کے پیشِ نظر سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو' اس کتاب میں موصوف نے عوام وخواص دونوں طرح کے قارئین کے لیے خاطر خواہ علمی مواد فراہم کیا ہے۔

ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس کی طباعت واشاعت کا شرف آپ نے فیت والا پبلیکیشن ہاؤس کو عنایت کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں دعاگو ہوں کہ اللہ اس کتاب کو تمام علمی وادبی حلقوں میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور موصوف کی مساعی جمیلہ کے علاوہ میری اشاعتی خدمات کو بھی قبول فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبیہ الکریم.

ناشر
عاصم شہزاد فیت والا
فیت والا پبلی کیشن ہاؤس

یہود کا نمونہ

اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علماء سوء کو دیکھو جو دنیا کے طالب ہیں' تقلیدِ اسلاف جن کا شیوہ ہے' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے جنھوں نے منہ پھیر لیا ہے' ایک امام کے قول کو اندھے ہو کر پورے تشدد کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں اور اس کے مقابلے میں شارع معصوم علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام کو بے پروا ہو کر چھوڑے ہوئے ہیں اور موضوع حدیثوں کو اور تاویلاتِ فاسدہ کو اپنا مقتدیٰ بنا کر رکھا ہے' اچھی طرح سے دیکھ لو یہی یہودی ہیں۔

(الفوز الکبیر مجتبائی ص ۱۰، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

مقدمہ

الحمدﷲ الذی انار قلوبنا بلوامع الانوار وخص صدورنا بدقائق الاسرار، والصلاۃ والسلام علی النبی المختار سیدنا محمد شفیع العصاۃ بحضرۃ الغفار وعلی آلہ وصحبہ الذین ھم من المصطفین الاخیار مادامت الاطیار علی الاشجار. امابعد

تقلید ایک جمود ہے جو اسلام کے مزاج اور طبیعت کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام تو ایک متحرک دین ہے اس میں کتاب وسنت کو اساس قرار دے کر ہر دور میں فکری آزادی کی نہ صرف حمایت کی گئی ہے بلکہ حریتِ فکر کے لیے ممکن طور پر راہیں بھی ہموار کر دی گئی ہیں۔ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین قرآن وسنت ہی کو شریعت اور احکام فقہیہ کا مصدر سمجھتے تھے۔ جب انھیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا جو عہدِ نبوی ﷺ میں وقوع پذیر نہیں ہوئے تو وہ ان مسائل کے حکم میں اجتہاد کرتے رہے اور حکومتِ اسلامیہ کی وسعت کے نتیجے میں احکامِ فقہیہ کی تشریع کا میدان وسیع ہو گیا تو فقہ کے چار مصادر ہو گئے۔

قرآن ، حدیث، قیاس اور صحابہ و علماء مجتہدین کا اجماع :

پہلی صدی میں آج کی مروجہ تقلید کا پتہ نہ تھا۔ اواخر صدی میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ پھر بتدریج ائمہ کے مسالک کا رواج ہوا۔ دوسری اور تیسری صدی کے بعد ایسے لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماء کا ایک گروہ تقلید کی طرف مڑ گیا اور ایک گروہ اتباع کی طرف۔

پہلے گروہ کے علماء کی ساری علمی اور عملی کوششیں ائمہ اربعہ کے اقوال اور ان کی کتابوں کی شرح و تلخیص کے لیے وقف ہو گئیں لیکن تعصب اور اندھی تقلید کے مقابلے میں ایک گروہ برابر میدان میں ڈٹا ہوا تھا۔ گرچہ اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کے برابر تھی۔ حکومت عباسیہ کے سقوط کے بعد تو معاملہ بہت گمبھیر ہو گیا۔ فقہ میں زبردست جمود پیدا ہو گیا۔ علماء فقہ کی عبارتوں کو معمے اور پہیلیاں بنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور احکام شرعیہ سے کھلواڑ کرنے لگے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ سب ائمہ اربعہ کے اصولوں سے مستخرج ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ کی کتابیں حیلوں، خیالی مفروضات ومخارج اور تاویلات رکیکہ سے بھر گئیں۔ اسی لئے یہ کتابیں واہی تباہی موضوع ومن گھڑت اور ساکت آثار واحادیث سے پر ہو گئیں۔ نوبت بایں جا رسید کہ انھوں نے لوگوں کے سامنے ان تمام چیزوں کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہی فقہ

اسلامی ہے اورائمہ اربعہ کی فقہ جوقرآن وسنت اورآثارصحابہ سے ماخوذ ہے، کی موجودگی میں اب جو بھی اجتہاد کرے گا یا قول کی دلیل میں نظر کرے گا وہ فاسق اورمخیل العقل ہے اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا تقلید میں جموداورتعصب بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ ائمہ وعلماء کی تقلید کوواجب وفرض کیا جانے لگا۔

ہندوستان میں اکابر دیوبنداسی جمود وتقلید کے متحرک داعی تھے اورآج بھی دیوبندی علماء اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اوراسے واجب وفرض تک کہنے سے گریزنہیں کرتے۔ ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کے ظہور وترویج سے احناف جس قدرآگ بگولہ ہوئے اوراہل حدیثوں پرانھوں نے کیا کیا ستم ڈھائے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اہل حدیثیت کووہابیت کا نام دے کر بغاوت کے مترادف قراردلوا کرجس قدرعبرت ناک سزائیں دلوائی گئیں وہ تاریخ ہند کا ایک نرالا باب ہے۔

حضرات مقلدین کی مشنری تقلید کوخالص اسلام بتا کر ہندوستان کے بھولے بھالے مسلمانوں کو تقلید کے جال میں پھنسانے کے لیے پوری قوت صرف کیے ہوئے ہے، اپنے بزرگوں اوراماموں کے اقوال و مذاہب کی طرف دعوت دے رہی ہے۔ اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت گمراہ ہوچکی ہے۔

حالانکہ دیکھا جائے توحنفی مذہب تمام گمراہ فرقوں کا معجون مرکب ہے، مولانا عبدالحئ حنفی لکھنوی اپنی کتاب ''**الفرع والتقلید**'' میں لکھتے ہیں ''بہت سے حنفی فروعی مسائل میں حنفی، اصولی مسائل میں مرجی یا زیدی'' ہیں۔ عقیدہ کے اعتبار سے حنفیہ کی کئی شاخیں ہیں۔ بعض شیعی ہیں بعض معتزلی۔''

فی زمانناد یکھئے جماعت اسلامی کے افرادامام ابوحنیفہ کا پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، تبلیغی جماعت حنفی المذہب ہے، بریلوی بھی حنفی اوردیوبندی بھی حنفی ہیں۔ حالانکہ دونوں گروہوں میں اس درجہ عداوت ہے کہ ان میں سے ہرگروہ دوسرے کو باطل پرست اورخارج ازاسلام قراردیتا ہے۔ انھیں میں ایک گمراہ فرقہ صوفیاء ومشائخ کا ہے۔ یہ فرقہ وحدت الوجود کا قائل ہے۔ جوانسان تو کیا پوری کائنات جس میں گدھے، خنزیر، کتے بھی ہیں اللہ کی ذات کا عین مانتا ہے۔

قادیانی بھی حنفی المذہب ہیں کیوں کہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی مرزاغلام احمد قادیانی مذہباً حنفی تھا۔ ایک اورگمراہ فرقہ دیندارصدیقی چندبشویشور بھی اپنے آپ کوحنفی کہتا ہے۔ آگے بڑھیے آج محرم میں تعزیہ بنانے والے اورحضرت حسینؓ کی نیاز کرنے والے حنفی ہیں۔ دربدر پھرنے والے سوالی حنفی ہیں، خانقاہوں

اورمزاروں پر بھنگ، چرس، گانجا، افیم پینے والے حنفی ہیں۔ تمام خانقاہوں اورمزاروں کے سجادہ نشینان اور مشائخ حنفی ہیں۔ مقام لواری علاقہ سندھ میں مصنوعی کعبہ تیار کرنے والے حنفی ہیں، خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین، خواجہ گیسودراز کی قبروں کو پختہ بنا کران کو پوجنے والے حنفی ہیں۔ عرس کے موقعوں پرمزاروں پرحاضری دینے والے میراثی، قوال، بھانڈ سب حنفی ہیں۔

لیکن بحمداللہ اہل حدیث کی روش ہمیشہ ایک رہی اوروہ روش ہے تمسک بالکتاب والسنۃ۔ آج بھی وہ اسی کی دعوت دیتے ہیں، شخصی آراء وافکار اورتقلید جامد سے لوگوں کے اذہان کو ہر قیمت پرآزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ زیرنظر کتاب کی تحریر کا مقصد بھی یہی ہے کہ تقلید شخصی کے بدترین نتائج سے لوگوں کوآگاہ کیا جائے اورانھیں کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں کتاب وسنت پرزندہ رکھے اوراسی پرخاتمہ فرماتے ہوئے ابرار کے زمرے میں حشرکر کے فردوس بریں میں رسول ﷺ کی رفاقت بخشے۔ آمین......

الراجی عفور بہ حافظ جلال الدین القاسمی

(فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم.اے.میسور یونیورسٹی)

تقلید کا لغوی معنی

قلده فی کذااى .... ''تقلید ایسی پیروی کا نام ہے جو غور وخوض سے خالی ہو۔''

تقلید کی اصطلاحی تعریف

علامہ سبکی لکھتے ہیں: **التقليد اخذ القول من غير معرفة دليله** (شرح جمع الجوامع ج۲،ص۲۵۱)

کسی کے قول کو اس کی دلیل جانے بغیر قبول کر لینا تقلید ہے۔

علامہ بحرالعلوم فرماتے ہیں: **التقليد، العمل بقول الغير من غير حجة** (مسلم الثبوت مطبوعہ نول کشور ص۶۲۴)

غیر نبی (امتی) کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا تقلید ہے۔

اتباع اور تقلید میں فرق: قال ابوعبداللہ بن خواز منداد البصری المالکی ''**التقليد معناه فی الشرع الرجوع الى قوله لا حجة لقائله وذلک ممنوع منه فی الشريعة والاتباع ما ثبت عليه حجة**'' (اعلام الموقعین لابن قیم مطبوعہ اشرف المطابع ج۱،ص۲۰۸)

ابوعبداللہ بن خواز منداد مالکی فرماتے ہیں کہ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ ایسے شخص کی طرف رجوع کرنا جس کا قول حجت نہیں ہے۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے اور اتباع وہ ہے جو دلیل سے ثابت ہو۔

یعنی تقلید بلا دلیل ہوتی ہے اور اتباع با دلیل یعنی کسی عالم کے قول کو بلا دلیل ماننے والا مقلد اور اپنی سمجھ کے مطابق اس سے دلیل کا طالب متبع ہے۔

مغتنم الحصول میں فاضل قندھاری فرماتے ہیں: **التقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشرعية بلا حجة ، فالرجوع الى النبی والى الاجماع ليس منه**

تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا جس کا قول شریعت میں حجت نہیں سو رسول اللہ ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔

تقلید زیر بحث: واضح ہو کہ تقلید مبحوث عنہ سے مراد یہ ہے کہ جن اہل تقلید نے اپنے اسلاف، آباو اجداد اور بزرگوں کے اقوال وافعال کو اپنا مذہب اور دستور العمل بنا رکھا ہے اور اس کے مقابلے میں کتاب و سنت صریحہ صحیحہ سے صراحتاً انکار کر دیا ہے یا اپنی تاویلات رکیکہ کے پردے میں اس کو رد کر دیا ہے اور جس کسی نے بوجہ لاعلمی اہل علم سے پوچھ کر کسی مسئلے پر عمل کیا اور پھر کسی دوسرے عالم سے کتاب اور سنت صحیحہ کا علم ہوا تو اس کے قول کو ترک کر کے کتاب وسنت پر عمل کیا تو ایسا شخص اس میں داخل نہیں۔

لفظ تقلید کی حقیقت: قرآن وحدیث میں لفظ ''تقلید'' انسان کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ اگر ''تقلید'' اتنی ہی اہمیت کی حامل ہوتی جتنی مقلدین باور کرانے کے لیے سر ماری کر رہے ہیں تو قرآن و حدیث میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔

میں نے **المعجم المفهرس لالفاظ الحديث** سے مراجعہ کیا تاکہ شاید ایک ہی جگہ کتب حدیث میں انسان کے لیے تقلید کا لفظ مل جائے مگر میں ناکام رہا۔ قرآنی آیات واحادیث میں تقلید کا استعمال حیوانات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

صحیح بخاری میں امام بخاری نے کتاب الحج میں ایک باب اس طرح باندھا ہے

باب تقليد الغنم. بکری کی تقلید کا بیان

امام بخاری نے آگے دوسرا باب اس طرح باندھا ہے۔

باب تقليد النعل. جوتے کی تقلید کا بیان

جو جانوروں کو قلادہ (ہار- پٹہ) پہنا تا ہے اسے عربی میں مُقَلِّدُ کہیں گے اور جس کی گردن میں قلادہ ڈالا گیا ہے اسے مُقَلَّدُ کہیں گے۔ اس اعتبار سے امام ابوحنیفہؒ مُقَلِّدُ اور مقلدین ابوحنیفہ مُقَلَّدُ ٹھہرے۔

افسوس! حنفیہ نے امام صاحب کے لیے بڑا برا لقب تلاش کیا کہ امام صاحب کو مقلَّد بنا دیا اور مقلَّد کا معنی ہے جس کے گلے میں پٹہ ڈال دیا جائے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

تقلید کا رد کرنے والی پہلی آیت: (۱) فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِيۤ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماًO (النساء:۶۵)۔

ترجمہ: قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان کو دیں، اس سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی نہ پائیں اور پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔

تشریح: یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان حقیقی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنے نفس پر حاکم بنا دے۔ قول میں، فعل میں، کسی شئے کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں، محبت میں اور بغض میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اسی پر بس نہیں کیا کہ اس شخص کے ایمان کی نفی کر دے جو رسول اللہ ﷺ کو حَکَم نہ مانے، یا مانے مگر آپ کے حکم سے دل میں تنگی محسوس کرے۔ بلکہ اس نفی پر اپنی ربوبیت کی قسم بھی کھائی جو

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ از راہِ رعایت وعنایت کے خصوصیت رکھتی ہے کیوں کہ: **افلا الرب** نہیں فرمایا بلکہ **فـــلا وربک** فرمایا پس اس میں قسم بھی اور جس بات پر قسم کھائی وہ بھی موکد ہوگئی۔ کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ دلوں میں کیا چیز بسی ہوئی ہے یعنی غلبہ اور نصرت کی محبت، ہر حال میں خواہ اپنا حق اور پر ہو یا اور کا حق اپنے اوپر

اور اس کلام میں اظہار اس امر کا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی کیسی کچھ عنایت ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ ﷺ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔ پس بندوں پر آپ ﷺ کا حکم اور آپ ﷺ کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا واجب کر دیا ہے اور خدائی پر ایمان لانا مقبول نہیں فرمایا تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کو نہ مانیں کیوں کہ جب آپ ﷺ کی صفت میں یہ فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، جو آپ ﷺ بولتے ہیں وحی کے سوا کچھ نہیں، پس آپ ﷺ کا حکم، حکم الٰہی ہے اور آپ ﷺ کا فیصلہ، فیصلہ خداوندی ہے۔ اس آیت میں آپ ﷺ کی قدر وعظمت کی طرف ایک دوسرا اشارہ ہے کہ **فـــلا و ربك** کہہ کر اللہ نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جب کہ سورۃ مریم کی اس آیت، **ذکـر رحمت ربك عبده زكريا** میں زکریا کے نام کو اپنے نام کی طرف مضاف کیا تاکہ بندے دونوں مرتبوں کا فرق سمجھ لیں۔

پھر اللہ نے تحکیم ظاہر ہی پر اکتفا نہیں کیا کہ اس سے مسلمان بن جائیں بلکہ شرط یہ لگائی کہ تنگ دلی بھی نہ ہونے پائے خواہ حکم ان کی خواہش کے موافق ہو یا مخالف۔

اس آیت کی شان نزول میں ایک یہودی اور مسلمان کا واقعہ عموماً بیان کیا جاتا رہا ہے جو بارگاہ رسالت سے فیصلے کے باوجود حضرت عمرؓ سے فیصلہ کروانے گیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اس مسلمان کا سر قلم کر دیا۔ لیکن یہ واقعہ سنداً غلط ہے حافظ ابن کثیر نے بھی وضاحت کی ہے صحیح واقعہ یہ ہے کہ جو اس آیت کے نزول کا سبب ہے کہ حضرت زبیرؓ اور ایک آدمی کا کھیت سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا، معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا آپ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا وہ اتفاق سے حضرت زبیرؓ کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا ہے کیوں کہ حضرت زبیرؓ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ نساء)

آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو کجا دل میں تنگی بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے لیے لمحہ فکریہ تو ہے ہی، مقلدین کے لیے بھی یہ لمحہ

فکریہ ہے جو قول امام کے مقابلے میں حدیث صحیح سے تنگی ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ......اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کی......تاویل کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کرا کے اسے رد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں جس کی ایک نہیں دسیوں بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

(۲) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً**O (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی رسول کی اور حکومت والوں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی بھی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت پر غور کیجیے اللہ کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ ہے اور رسول کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ ہے مگر اولی الامر کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے مگر امراء وعلماء کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح رسول ﷺ کی احادیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مسئلے میں اگر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو ظاہر ہے کہ یہ ہدایت رسول پاک ﷺ کی حیات مبارکہ ہی تک کے لیے محدود نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہی تھا۔ آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔ آیت میں **فـردوه الی الله والرسول** کے بعد **اولی الامر** کو حذف کر دیا گیا ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ **اولـوالامـر** (امراء حکمراں، اشخاص، علماء) قانون کے مرجع کی حیثیت سے دین میں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ مستقل حیثیت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور **ان کـنـتـم تـوء مـنـون بالله واليوم الاخر** کہہ کر یہ بات بتائی گئی ہے کہ باہمی نزاع کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ (قرآن وحدیث) کی طرف رجوع ہونا کوئی جزوی اور فروعی مسئلہ نہیں بلکہ شرط ایمان ہے اور **ذلك خير و احسن تاويلا** کہہ کر متنبہ کیا گیا ہے کہ خبردار اختلاف کا حل قرآن وسنت کے علاوہ کہیں اور تلاش مت کرنا ورنہ خیریت نہیں ہے اور اس کا انجام خوشگوار نہیں ہوگا۔

(۳)وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَى مَا أَنزَلَ اللّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُوداًO (النساء:۶۱)

ترجمہ:اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری اور آؤ رسول کی طرف تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھ سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

تشریح:اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ہستی کے قول کی طرف آنا منافقت ہے۔

کیوں کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ **انما كان قول المومنين اذا دعوا الى الله و رسوله ليحكم بينهم ان يقولو اسمعنا و اطعنا** کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو مومنین کا قول صرف **سمعنا واطعنا** ہی ہوتا ہے۔وہ رسول ﷺ کی دعوت سے نہ تو منہ پھیرتے ہیں نہ فیصلوں کے لیے کسی تیسری جگہ پر جاتے ہیں۔

(۴) اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَO (التوبہ:۳۱)

ترجمہ:ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو۔حالاں کہ انھیں صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

تشریح:اس آیت کی تفسیر حضرت عدی بن حاتمؓ سے مروی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوجاتی ہے:

عن عدى ابن حاتم قال اتيت النبى ﷺ وفى عنقى صليب من ذهب. فقال يا عدى اطرح عنك هذا الوثن وسمعته يقرأ فى سورة برأة. اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ . **فقال اما انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئًا استحلوه واذا حرموا عليهم شيئًا حرموه. (ترمذى ابواب التفسير)**

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی تو آپ نے فرمایا کہ اے عدی اپنے گلے سے اس بت کو نکال دو۔اور میں نے سنا کہ آپ سورہ توبہ کی ایک آیت پڑھ رہے تھے:''انہوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا'' تو آپ نے فرمایا وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھ

لیتے تھے اور کسی چیز کو حرام کرتے تھے تو حرام سمجھ لیتے تھے۔

(۵) وَمَن كَانَ فِي هَـذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلاًO (بنی اسرائیل:۷۲)

ترجمہ:جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا اور راہ سے دور بھٹکا ہوا ہوگا۔

تشریح:امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:**ولا تقنعوا بالتقليد، فان ذلك عمى فى البصيرة.** (میزان کبریٰ للشعرانی ج۱،ص۱۰)

تقلید پر بھروسہ مت کرو تقلید تو بصیرت کو اندھا کر دیتی ہے۔

مذکورہ آیت میں **اعمی** یعنی اندھا سے مراد آنکھوں کا اندھا نہیں بلکہ بصیرت کا اندھا ہے اور جو دنیا میں بصیرت کا اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا یعنی رب کے خصوصی فضل وکرم سے محروم رہے گا۔

(۶) قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَO (یوسف:۱۰۸)

ترجمہ: کہہ دیجئے یہ ہے میری راہ۔میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر میں ہوں اور میرے متبعین اور اللہ کی ذات تمام عیبوں سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

تشریح:تقلید بصیرت کا نقیض ہے اور نقیضین کا اجتماع محال ہے۔ایک ہی شخص مقلد اور مبصر دونوں نہیں ہو سکتا کیوں کہ بصیرت کے معنی حجت وبرہان ودلائل واضحہ کے ہیں۔

تفسیر مدارک حنفی میں ہے:**ادعو الى الله على بصيرة اى ادعوا الى دينه مع حجة واضحة غير عمياء** یعنی میں تم کو اللہ کے دین کی طرف بلا دلیل نہیں بلاتا ہوں اور میرے دعوے میں کوئی اندھا پن نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ بصیرت کے معنی حجت وبرہان کے ہیں۔(ملاحظہ ہو تفسیر جلالین ص۱۹۳)

اور تقلید جیسا کہ لغت سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز ہے جس میں حجت وبرہان نہ ہو پس ثابت ہوا کہ تقلید بصیرت کا نقیض فی المعنی ہے اور قرآن میں بصیرت کو امت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی مذکورہ آیت کے ترجمے پر ایک پھر نگاہ ڈالیے آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریقہ ہے جو اللہ کا دین ہے دعوت الٰہی میں بصیرت پر ہوں اور میری امت بھی بصیرت پر ہے یعنی کسی کی تقلید پر نہیں ہے۔میں کسی کا مقلد نہیں نہ میری امت کسی کی مقلد ہے بلکہ ہم سب بصیرت یعنی حجت وبرہان ودلائل واضحہ پر استوار ہیں۔

(۷) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍO (الجمعۃ:۲)۔

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے عرب کے ان پڑھوں میں انھیں میں کا ایک پیغمبر بھیجا وہ ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اس پیغمبر کے آنے سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کو ان پڑھ لوگوں میں مبعوث کیا گیا ان پڑھوں نے قرآن وحدیث سمجھ لیا جہاں نہیں سمجھ میں آیا پوچھ کر سمجھ لیا۔

یہاں مقلدین کا کہنا ہے کہ جاہل تو کُجا عالم فاضل شخص بھی قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا۔

اس کے صاف معنی یہ ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کا کلام اتنا مغلق تھا کہ ساری امت اس کے سمجھنے سے قاصر رہی۔ ہاں ائمہ اربعہ کا کلام ایسا سہل، صاف اور آسان تھا کہ اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔گویا اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں پہیلیاں ٹھہریں جس کے بوجھنے والے کروڑوں میں صرف چار ہوئے۔

اس سے بڑھ کر نبی کی توہین اور کیا ہوسکتی ہے جب کہ خود امام ابوحنیفہؒ نے بھی چودہ مسئلوں میں توقف کیا ہے جیسا کہ **ردالمختار** میں ہے نیز **هدایه** اور **بخاری** کو ایک ساتھ رکھ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف حلوا دوسری طرف ایلوا ہے۔

(۸) وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِه عَالِمِينَO إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَO قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِينَO (الانبیاء:۵۱،۵۲،۵۳)

ترجمہ: جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن وحدیث) اس کی اتباع کرو اس کے سوا دوسرے شخصیوں کی پیروی نہ کرو۔

یعنی قرآن وحدیث کے علاوہ کسی امام، مجتہد مولوی، عالم، پیر، فقیر، ولی وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔یعنی کسی کی رائے اور قیاس پر نہ چلو، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی بن کر فرقوں میں بٹ کر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

(۹) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِO (لقمان:۲۱)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپ دادوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو تو......

تشریح: یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں بغیر دلیل وسند کے اختیار کیا جائے وہ شیطان کا طریقہ ہے۔جب اپنے آباء کے جامد مقلدین کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں، باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے تو خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے باپ دادا جو قیاسی، ظنی، تخمینی اوٹ پٹانگ مذہب رکھتے تھے وہ دراصل شیطان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس کے راستے پر چلتے تھے۔ان کا پیشوا شیطان تھا جو انھیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا۔اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن وحدیث کے خلاف تمام اقوال وافعال وعقائد واعمال ونظریات اور راہیں سب شیطان کی دعوتیں ہیں۔

لیکن افسوس! آج لوگوں کا کیا حال ہے؟

عام عقیدہ یہ ہے کہ چار مذاہب برحق ہیں اوران میں سے کسی ایک پر چلنا ضروری ہے ان کے مسائل قرآن وحدیث کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ اس آیت اوراس جیسی تمام آیات کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں۔اس آیت اوراس جیسی تمام آیات کا ہمارا کیا واسطہ؟

جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب**، یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، اس کو واضح طور پر اس طرح سمجھیں کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لیے منع تھا تو ہمارے لیے بھی منع ہے، شرک، کفر، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، چوری، زنا کاری وغیرہ ان کے لیے ممنوع تھا تو ہمارے لیے بھی یہ کام حرام اور ممنوع ہے۔

ایسے ہی وہ لوگ اپنے باپ دادا کے سند واقوال وافعال ومعتقدات کو دین وشریعت کا نام دے کر پیش کرتے تھے۔اللہ نے انھیں منع کیا کہ ایسا نہ کرو، خدائی سند کے مطابق عمل کرو۔

اسی طرح ہمارے لیے اس آیت کی روشنی میں یہ ضروری ہوگیا کہ ہم اپنے بزرگوں، اماموں کی

بے دلیل و بے سند باتوں پر دین کے نام پر عمل نہ کریں، قرآن وحدیث کی روشنی میں عمل کریں۔

(۱۰) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ O (البقرہ:۱۰۷)

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو چیز اللہ نے اتاری ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اسی طریق پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ رہے ہوں تو بھی؟

تشریح: اس آیت میں تقلید کے باطل ہونے کی طرف دو طریقوں سے اشارہ ہے اول تو مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے علم میں حق پر ہے یا نہیں۔ اگر اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا تو باوجود احتمال مبطل کے کس لیے تو اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر پہچانتا ہے تو کس دلیل سے؟ اگر دوسرے کی تقلید سے پہچانتا ہے پھر یہی سوال وہاں بھی جاری ہوگا۔

دوم: مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس مسئلہ کو اس نے بھی تقلید سے جانا ہو تو وہ اور تم برابر ہو گئے تو پھر وجہ ترجیح کیا ہے کہ تو اس کی تقلید کرتا ہے؟ اگر دلیل سے اس نے جانا ہے پس تقلید اس وقت تمام ہوگی جب تو بھی اس کو دلیل سے جانے۔

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌO (الحجرات:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح: اس کا مطلب ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہ کرو نہ اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دو بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات کی ایجاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ناپاک جسارت ہے۔ اس طرح کوئی فتویٰ قرآن وحدیث میں غور وفکر کے بغیر نہ دیا جائے اور دینے کے بعد اگر اس کا نص شرعی کے خلاف ہونا واضح ہو جائے تو اس پر اصرار بھی اس آیت میں دیئے گئے حکم کے منافی ہے۔ مومن کی شان تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر تسلیم واطاعت خم کر دینا ہے نہ کہ ان کے مقابلے میں اپنی بات یا کسی امام کی رائے پر اڑے رہنا، یہ چیز تقویٰ کے بھی منافی ہے۔

(۱۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِه عَالِمِينَO إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَO قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِينَ O (الانبیاء:۵۱۔۵۲۔۵۳)

ترجمہ: ہم نے ابراہیم کو اس سے پہلے ان کے (حصے کی) دانائی عطا فرمائی۔ اور ہم اس کے حال سے واقف تھے جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن پر تم جمے بیٹھے ہو کیا چیزیں ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔

تشریح: جب حضرت ابراہیم کی قوم اپنے شرک کے موقف کی صحت پر کوئی دلیل نہ دے سکی تو پچھلے بزرگوں کی تقلید کا سہارا لیا۔ یہی حال آج ملت اسلامیہ میں مقلد حضرات کا ہے جب قیاس ورائے سے انھیں روکا جاتا ہے تو یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں، ہمارے امام صاحب یہی فرما گئے ہیں۔

(۱۳) وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ......O (لقمان:۱۵)

ترجمہ: اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔

تشریح: اس آیت سے مقلدین نے تقلید شخصی کی دلیل نکالی ہے۔ تقریر استدلال یہ ہے کہ آیت میں **منیب الی اللہ** کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ **منیب الی اللہ** ہیں پس ان کی تقلید اس آیت سے ثابت ہو گئی۔

جواب اول: ہر مومن اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تفسیر ابن کثیر میں **من اناب الی** کی تفسیر **مومنین** سے کی گئی ہے لہٰذا مقلدین کی توجیہ کے لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہر مومن کی تقلید کرنی چاہیے اس سے شخصی تقلید ثابت نہیں ہوئی۔

جواب دوم: آیت میں یہ ہے کہ **منیب الی اللہ** (اللہ کی طرف رجوع ہونے والا) کے راستے کی اتباع کرو اس میں کہاں ہے کہ **منیب الی اللہ** کی اتباع کرو۔ کہاں ذات کی پیروی کہاں راستے کی پیروی جس پر وہ چلتا ہے۔ راستے پر چلتے چلتے انسان غلطی کر سکتا ہے کہ وہ خطا اور نسیان کا پتلا ہے۔ مجتہد سے بھی غلطی ہوتی ہے اور ٹھیک بات بھی کہتا ہے۔ لہٰذا اس کی ذات کی پیروی میں غلطی کا امکان بھی ہے لیکن جس راستے پر وہ چل رہا ہے وہ راستہ غلط نہیں ہے کیوں کہ تمام اہل اللہ کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ پس آیت میں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے نہ کہ شخصی تقلید کا۔

جواب سوم: ائمہ دین نے تقلید سے منع فرمایا تھا لہٰذا ان کے راستے کی پیروی یہی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے بلکہ جس راستے پر (کتاب وسنت) پروہ چلے اسی پر چلا جائے اور اسی پر چلنے کی وہ ہدایت بھی کر گئے ہیں۔

رد تقلید پر پہلی حدیث: (۱) عن العرباض بن سارية يقول: قام فينا رسول الله ﷺ ذات يوم فوعظنا موعظة بليغة و جلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقيل يا رسول الله ﷺ وعظت موعظة مودع فاعهد الينا بعهد. فقال عليكم بتقوى الله ﷺ والسمع والطاعة وان عبداً حبشيا وسترون من بعدى اختلافا شديدا فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ واياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة. (ابن ماجة باب اتباع سنة رسول الله)

ترجمہ: عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ایک بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دھڑک اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایسی نصیحت کی ہے جیسے ایک رخصت ہونے والا نصیحت کرتا ہے تو ہمیں آپ ﷺ کوئی نصیحت فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑو اور سننے اور اطاعت کرنے کو اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی امیر ہو اور عنقریب میرے بعد تم سخت اختلاف دیکھو گے تو اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو لازم پکڑنا اور ان کو دانتوں سے زور سے پکڑنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

استشہاد: یہ حدیث بڑی کثیر الفوائد ہے۔ اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا بیان ایسا پُر تاثیر ہوتا تھا کہ اس سے دل ڈر جاتے تھے اور آنکھیں آنسو بہانے لگتی تھیں، دوسری یہ کہ رخصت کے وقت نصیحت ووصیت مسنون ہے۔ تیسری یہ کہ تقویٰ شریعت کی روح ہے۔ چوتھی یہ کہ حاکم کی فرمانبرداری لازم ہے۔ بشرطیکہ وہ مومن ہو اور خلاف شریعت حکم نہ کرتا ہو یعنی لوگوں کو ایسا کام کرنے کا حکم نہ دے جس میں خالق کی معصیت ہو۔ پانچویں یہ کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے کے بعد بڑا اختلاف ہوگا اور ویسا ہی ہوا خیر القرون (قرون ثلثہ) کے بعد بہت سے مذاہب محدثہ اور مشارب متفرقہ پھیلے اور ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر خورسند (خوش) ہوا اور ہر ایک نے اپنا ایک امام اور پیشوا ٹھہرا لیا کہ اختلاف کے وقت

اسی کی طرف رجوع کرے اور نبی کریم ﷺ کی وصیت کو بھول گیا حالانکہ آپ ﷺ نے وصیت کی تھی کہ اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا۔ چھٹی بات یہ کہ امور محدثات (دین میں نئے نئے کام) سے بچو اس میں وہ تمام بدعتیں آ گئیں جو قرون ثلثہ کے بعد پھیلی ہیں۔ انھیں میں سے ایک تقلید بھی ہے اس لیے کہ خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا۔ ساتویں یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور جس سے معلوم ہوا کہ بدعت کی تقسیم، حسنہ اور سیئہ کی طرف غلط محض اور لغو بحث ہے۔

سنة الخلفاء الراشدين کا حقیقی مفہوم: اصول فقہ حنفی کی کتاب المنار میں ہے المعرفة اذا اعيدت كانت الثانية عين الاولىٰ یعنی معرفہ جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے مثلاً عربی شاعر کہتا ہے

اذا اشتدت بک البلویٰ ففکر فی الم نشرح
فعسر بين يسرين اذا فكرته تفرح

ترجمہ: جب مصیبت تیرے اوپر سخت ہو تو سورۃ الم نشرح میں غور کر وہاں دیکھے گا کہ ایک پریشانی دو آسانیوں کے درمیان ہے تو تو خوش ہو جائے گا۔

قرآن میں ہے: فان مع العسر يسرا. ان مع العسر يسرا

یہاں **العسر** معرفہ ہے اور اس کو معرفہ کی صورت میں لوٹایا گیا ہے اور دوسرا **العسر** پہلے کا عین ہے۔

اب حدیث مذکور کو دیکھئے، سنت کا لفظ دوبارہ معرفہ میں آیا ہے۔ اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر ملا علی قاری حنفی نے جو معنی اس کا بیان کیا ہے اسے دیکھئے وسنة الخلفاء الراشدين فانهم لم يعملوا الابسنتي فالاضافة اليهم الالعملهم بها واختيارهم اياها. (مرقاة شرح مشكوة طبع مصرج ۱ ص۱۹۹)

یعنی خلفاء راشدین کی سنت (روش) اختیار کرنے کو اس لیے فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی سنت پر ہی عمل کیا تھا لہٰذا ان کی طرف سنت کی اضافت یا تو اس وجہ سے ہے کہ خود انھوں نے اس پر عمل کیا یا اس لیے کہ انھوں نے سنت نبویہ سے کوئی امر استنباط کر کے اسے اختیار کیا۔ شیخ محمد طاہر حنفی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ ولانه علم بعض سنته لايشتهر الا في زمانهم فاضاف اليهم رفعاً لتوهم من رد تلك السنة (مجمع البحار ج ۱ ص ۳۶۷) یعنی رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا (اللہ کے خبر دینے سے) کہ آپ کی بعض سنتیں انھیں خلفاء راشدین کے زمانے میں مشہور ہوں گی تو سنت کی نسبت ان کی طرف اس

شخص کے وہم کو دفع کرنے کے لیے فرمادی جوان سنتوں کو رد کرے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے بعض دفعہ کسی متروک سنت کو جاری کیا اور بعض دفعہ کسی سنت نبویہ سے استنباط مسائل کر کے انھیں معمول بھی بنایا۔ انھیں دونوں صورتوں کی بابت ارشاد ہوا کہ خلفاء راشدین کی پیروی کرنا نہ کہ خلفاء اپنی رائے سے جو فتویٰ دیں یا سیاستاً کوئی حکم جاری کریں ان میں ان کی تقلید کرنا۔

مقلدین احناف کو دیکھئے انھوں نے اس حدیث کے خلاف صدہا مسائل میں خلفاء راشدین کی سنت کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

حنفیوں کے نزدیک نماز فجر اسفار میں یعنی اجالے میں ہے، ہدایہ میں ہے **ویستحب الاسفار بالفجر**، (ہدایہ کتاب الصلوۃ ص ٦٦) اور حازمی **کتاب الاعتبار** میں لکھتے ہیں

التغليس افضل روينا ذلک عن الخلفاء الراشدين ابی بکر و عمر عثمان و علی و عن ابن مسعود ابن موسیٰ و ابن الزبير و عائشه و ام مسلمة. (کتاب الاعتبار للحازمی۔ ص ٧٢)

غلس (منہ اندھیرے) میں نماز فجر کی افضلیت مروی ہے۔ خلفاء راشدین ابوبکر وعثمان وعلی، ابن مسعود، ابو موسیٰ ابن الزبیر، عائشہ اور ام سلمہ سے، غور کیجئے اس مسئلے میں ابن مسعودؓ کی بھی مقلدین نے پرواہ نہیں کی۔

(٢) عن جابر ان عمر ابن الخطاب اتی رسول الله بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسکت فجعل يقرأ ووجه رسول الله يتغير فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تریٰ مابوجه رسول الله فنظر عمر الی وجه رسول الله فقال اعوذبالله من غضب الله ومن غضب رسوله رضينا بالله ربا وبالاسلام ديناً وبمحمد نبيا فقال رسول الله والذی نفس محمد بيده لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سواء السبيل ولو کان موسیٰ حياً و ادرک نبوتی لاتبعنی. (دارمی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ یہ سن کر آپ چپ رہے تو حضرت عمرؓ اس کو پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ بدلنے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رونے والیاں تجھ پر روئیں کیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کہا ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام کے دین ہونے کے اعتبار سے اور محمد ﷺ کے

نبی ہونے کے اعتبار سے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ بھی ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو انھیں بھی میری اتباع کرنی پڑتی۔

تشریح: اس ارشاد نبوی ﷺ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی پیروی کرنے والا گمراہ ہوگا تو نبی کریم ﷺ کی احادیث وسنن کی موجودگی میں جو امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر اماموں کی تقلید کو فرض و واجب سمجھے اور ان کے قول کو دستور العمل بنائے اور ان کو حدیثِ رسول ﷺ پر ترجیح دے تو ایسے شخص کے ایمان وعمل کے اکارت ہو جانے اور اس کے گمراہ ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

(٣) عن جابر بن عبدالله قال کنا عندالنبی ﷺ فخطّ خطا و خط خطين عن يمينه و خط خطين عن يساره ثم وضع يده فی الخط الاوسط فقال هذا سبيل الله ثم تلا هذه الآية وان هذا صراطی مستقيما فاتبعوه ولا تتبعواالسبل فتفرق بکم عن سبيله. (ابن ماجہ۔ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: جابر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک خط کھینچا پھر اس خط کے دائیں طرف دو خط کھینچے اور اس کے بعد اس خط کے بائیں طرف دو خط کھینچے پھر بیچ والے خط پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وان هذا صراطی مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبيله.

یعنی اللہ فرماتا ہے کہ یہ میری راہ ہے جو بالکل سیدھی ہے تو تم اسی راہ پر چلو اور راہوں پر نہ چلو کیوں کہ وہ راہیں تمہیں اس کی راہ سے بھٹکا دیں گی۔

تشریح: یہ حدیث درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے قولی معجزات میں سے ہے یعنی آپ ﷺ نے اللہ سے خبر پا کر امت کو یہ تنبیہہ کی ہے کہ اس پر ایک پُرآشوب زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کتاب وسنت کی اتباع چھوڑ کر چار راستوں یعنی چار اماموں کی تقلید اپنے اوپر لازم کر کے فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ نے درمیانی لکیر کو **سبیل اللہ** (اللہ کا راستہ) کہا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چاروں فرقے اس صراط مستقیم سے علیحدہ ہوئے پھر اسی میں آکر مل گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ نکلے کیوں تھے؟ سیدھے راستے کو چھوڑ کر چار الگ راستوں پر چلنا پھر آگے چل کر سیدھے راستے پر مل جانا آخر اس سے کیا فائدہ مقصود ہے؟

عن ابن شهاب ان سالم بن عبدالله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئل عبدالله بن عمرعن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبدالله بن عمر. هى حلال. فقال الشامى ان اباک قد نهىٰ عنها. فقال عبدالله بن عمر ارايت ان كان ابى نهى عنها وصنعها رسول اللهﷺ امر ابى يتبع ام امر رسول الله ﷺ فقال الرجل بل امر رسول اللهﷺ.
فقال: لقد صنعها رسول الله ﷺ (ترمذی کتاب الحج)

ترجمہ: شام سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا اوران سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا حج تمتع جائز ہے تو شامی نے کہا لیکن آپ کے والد عمر بن خطاب نے تو حج تمتع سے منع کیا ہے۔ تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میرے باپ نے منع کیا مگر رسول اللہﷺ نے کہا، تو میرے باپ کی اتباع کی جائے گی یا رسول اللہﷺ کے حکم کی؟ تو شامی نے کہا کہ رسول اللہﷺ کے حکم کی۔ تو فرمایا رسول اللہﷺ نے کیا ہے۔

(٦) عن على بن حسن مروان بن الحكم قال: شهدت عثمان و عليا وعثمان ينهىٰ عن المتعة وان يجمع بينها فلما راى على اهل بهما لبيک بعمرة وحجة قال ما كنت لادع سنة النبى لقول احد. (بخاری کتاب الحج)

ترجمہ: مروان بن حکم نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عثمان غنی اپنی خلافت میں حج تمتع اور حج قران سے منع کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا **لبيك بعمرة و حجة** (یعنی قِران کیا) اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے کی وجہ سے رسول اللہﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریمﷺ کے قول وفعل کے مقابلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کی بات نہیں مانی جا سکتی تو بھلا رسول اللہ کی احادیث کے مقابلے میں اماموں کے اقوال واجتہاد کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔

(٧)عن كثير بن قيس قال، كنت جالساً عندابى الدرداء فى مسجد دمشق فاتاه رجل فقال يا ابا الدرداء اتيتک من المدينة، مدينة رسول اللهﷺ لحديث بلغنى انک تحدث به عن النبىﷺ قال: فما جاء بک تجارة؟ قال لا. قال وما جاء بک غيرهٗ؟ قال لا، قال فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول: من سلک طريقا يلتمس فيه علماً.

سهل الله له طريقاً الى الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضاً لطالب العلم وان طالب العلم يستغرله من فى السماء والارض حتى الحيتان فى الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائرالكواكب وان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابن ماجه۔ باب فضل العلماء، والحث على طلب العلم)

ترجمہ: کثیر ابن قیس نے کہا میں ابوالدرداءؓ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے ابودرداءؓ میں آپ کے پاس شہر رسولﷺ سے آیا ہوں ایک حدیث کے لیے کہ مجھے ایک خبر ملی ہے کہ تم روایت کرتے ہو اس کو نبی پاکﷺ سے۔ ابودرداء نے کہا تم کسی تجارت کے لیے آئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا اس کے علاوہ کسی اور کام سے آئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ تب ابودرداءؓ نے کہا بے شک میں نے نبی کریمﷺ سے یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے گا تو اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور بے شک طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے اپنا پر بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام تاروں پر۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنا ترکہ دینار و درہم میں نہیں چھوڑتے وہ اپنا ترکہ علم کی شکل میں چھوڑتے ہیں۔ جس نے علم کو لیا اس نے بڑا حصہ لیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علم کا ترکہ چھوڑ کر جاتے ہیں اور ظاہر ہے علم نام ہے اس معرفت کا جو دلیل سے حاصل ہو اور تقلید نام ہے بے دلیلی کا، پس تقلید کو علم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقلد اعمیٰ (اندھی تقلید کرنے والا) علماء کی جماعت سے خارج ہے۔ انبیاء کی میراث سے محروم ہے جو درہم و دینار نہیں بلکہ ان کا ورثہ علم ہے۔

(٨) عن عبدالله بن مسعود قال، قال رسول اللهﷺ خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم ثم ياتى قوم بعد ذلک تسبق ايمانهم شهاداتهم او شهاداتهم ايمانهم. (ترمذی، كتاب المناقب باب ماجاء فى فضل من راى النبیؐ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا سب زمانوں سے میرا زمانہ بہتر

ہے پھر جو اس کے بعد ہوگا، پھر جو اس کے بعد ہوگا پھر ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے اور قسم سے پہلے گواہی دیں گے۔

استشہاد: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تین زمانوں کی خیریت اور بہتری کی خبر دی ہے اور ان تینوں زمانوں کے لوگوں کا مذہب قرآن اور حدیث تھا ان زمانوں میں نہ تو یہ قیاس ورائے سے بھری کتابیں تھیں نہ آنکھیں بند کر کے کوئی کسی بزرگ، امام، یا عالم کے پیچھے بھاگتا تھا بلکہ ہر شخص علی وجہ البصیرۃ دلائل قرآن و حدیث دیکھ کر مذہب پر چلتا تھا اور قال اللہ وقال الرسول پر جان چھڑکتا تھا۔ اس کے بعد چوتھے زمانے کی برائی بطور خاص جھوٹی گواہی کی خبر دی۔

پس مومن متبع کے لیے لازم ہے کہ دین کی سند انھیں تین زمانوں میں ڈھونڈے اس کے بعد جو امور مسلمانوں میں ایسے پیدا ہوئے جن کی نظر ان تین زمانوں میں نہ ہو اس کو لغو جانے، ظاہر ہے کہ جب خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا تو تقلید لغو ہی ٹھہری اور مومن کے لیے **والذین هم عن اللغو معرضون** (مومنون. آیت ۳) کے پیش نظر ضروری ہے کہ لغو سے اعراض کرے۔

(۹) عن ابن عمرؓ قال، قال رسول الله ﷺ من تشبه بقومٍ فهو منهم. (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

استشہاد: عیسائیوں کا خودساختہ عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ (۱) متی (۲) مرقس (۳) لوقا (۴) یوحنا چاروں کتابیں برحق ہیں حالانکہ ہر کتاب الگ الگ طریقہ پر ہے آج مقلدین طبقہ بھی چار اماموں کو برحق کہتا ہے جب کہ چاروں میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیز ایک امام کے نزدیک حلال ہے تو دوسرے امام کے نزدیک حرام ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث ضعیف ہے:

عن عمر بن الحارث ابن اخی المغیره بن شعبة عن ناس من اهم حمص من اصحاب معاذ عن معاذ ان النبی لما بعثه الی الیمن قال ان عرض لک قضاء کیف تقضی؟ قال: اقضی بکتاب الله قال: فان لم یکن فی کتاب الله قال: فبسنة رسول الله

قال فان لم یکن فی سنة رسول الله. قال: اجتهد برائی ولاآلوا قال فضرب صدره ثم قال: الحمدلله الذی وفق رسول رسول الله ﷺ لما یرضی رسول الله (دارمی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے جب معاذؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا اگر تمہارے پاس کوئی فیصلہ کے لیے آئے تو کیسے فیصلہ کروگے۔ کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو۔ تو کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا اگر سنت میں بھی نہ ملے تو؟ تو کہا میں اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث کی سند پر بحث: **قال الترمذی لانعرفه الامن هذا الوجه ولیس اسناد عندی بمتصل.** (ترمذی: ج۱: ص۴۱۳)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی کوئی اور سند نہیں پہچانتے اور اس کی سند میرے نزدیک متصل نہیں۔

امام جوزقانی فرماتے ہیں: **هذا حدیث باطل سالت من لقیته من اهل العلم بالنقل عنه فلم اجدله طریقا غیر هذا والحارث بن عمرو هذا مجهول واصحاب معاذ من اهل حمص لایعرفون ومثل هذا الاسناد لایعتمد علیه فی اصل من اصول الشریعة** (مرقاة الصعود حاشیه ابوداؤد ج ۱، ص ۱٤۹)

امام جوزقانی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے میں جن جن اصحاب حدیث سے ملا ان سے اس حدیث سے متعلق دریافت کیا لیکن اس کا کوئی طریق سوائے اس طریق کے نہ مل سکا اس کی سند میں حارث بن عمرو مجہول ہے اور معاذ سے بیان کرنے والے اہل حمص بھی مجہول ہیں اور ایسی سند پر اصول شریعت کے معاملے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو......

(۱) کیا حضرت معاذؓ کی تقلید اب بھی یمن میں ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو اس واقعے سے کسی فوت شدہ امام کی تقلید کیسے ثابت ہوئی۔

"اصحابی کاالنجوم" حدیث موضوع ہے۔

اصحابی کاالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی اقتداء کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

علامہ البانی نے **سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة المجلد الاول.** ص۱۴۴ پر یہ حدیث نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

اس حدیث کو ابن عبدالبر نے **جامع العلم** (۸۲/۲) میں بطریق سلام بن سلیم حدثنا الحارث بن غصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ابن عبدالبر نے کہا:

هذا اسناد لاتقوم به حجة لان الحارث بن غصين مجهول اس سند سے دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس میں **حارث بن غصين** مجہول ہیں۔ ابن حزم نے کہا یہ روایت ساقط ہے اس میں **ابو سفيان** ضعیف ہے اور **سلام بن سليمان** موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے اور یہ روایت بھی بلاشبہ انھیں موضوع حدیثوں میں سے ایک ہے۔

اقوالِ صحابہ دربارہ تقلید: **اقوال صحابه درباره تقليد: قال محمدبن سيرين سمعت ابن عمر يقول: لايزال الناس على الطريق ما اتبعواالاثر.** (المدخل۔ للسنن الكبرىٰ للبيهقى ص ۱۹۷)

ترجمہ: محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرماتے سنا کہ لوگ ہمیشہ صحیح راستے پر رہیں گے جب تک وہ حدیث کی پیروی کرتے رہیں گے۔

عن عبدالله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا ولا يقلدن احدكم دينه عالماً (رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اتباع کرو اور بدعتیں مت نکالو اور تم میں سے کوئی اپنے دین میں کسی عالم کی تقلید نہ کرے۔

تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ کا موقف:

اقوال ابوحنیفہؒ: (۱) **لايحل لاحد ان ياخذ بقولنا مالم يعلم من اين اخذ ناه.**

(**الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۳۰**) (غاية الامانى فى الرد على النبهانى۔ ج۱، ص۶۹)

ترجمہ: کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر عمل کرے یا اس سے دلیل پکڑے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اس کو کہاں سے لیا ہے۔

امام صاحب کے مذکورہ قول سے دو باتیں بالکل ظاہر ہیں ایک تو یہ جس طرح مجتہد کے لیے کسی کی

تقلید جائز نہیں کیوں کہ اگر وہ شخص مجتہد ہے تو پھر اس کے لیے دلیل معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ وہ مجتہد ہی نہیں رہے گا اسی طرح عامی کے لیے بھی تقلید جائز نہیں کیوں کہ امام صاحب کے مذکورہ قول میں عامی اور مجتہد کی تخصیص نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ دین میں کسی کی بات پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس عمل کی دلیل شرعی کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔

(۲) **حرام على من لم يعرف دليلى ان يفتى بكلامى.** (ميزان كبرىٰ للشعرانى ج۱، ص۵۵)

ترجمہ: جس شخص کو میری دلیل کا علم نہ ہو اسے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

(۳) **فاننّا بشر نقول القول اليوم ونرجع عنه غداً** (صفة صلاة النبیؐ ص۳۷)

ترجمہ: ہم انسان ہیں آج ایک بات کہتے ہیں دوسرے دن اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔

(۴) **ويحك يعقوب لاتكتب كل شىء منى فانى قدارى الراى اليوم واتركه غداوارىٰ الراى غدا واتركه بعد غد.** (ميزان كبرىٰ للشعرانى ج ص، ٦٢)

ترجمہ: اے یعقوب تیرے اوپر افسوس ہے۔ وہ ساری چیزیں مت لکھ لیا کرو جو تم مجھ سے سنتے ہو کیوں کہ آج میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور کل اس کو چھوڑ دیتا ہوں اور کل ایک رائے قائم کرتا اور پرسوں اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔

(۵) **اذا صح الحديث فهو مذهبى.** (ايقاظ همم اولى الابصار نصائح خلافى۔ ص۵۱)

ترجمہ: جب حدیث صحیح آ جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

(٦) **اذا قلت قولا يخالف كتاب الله و خبرالرسول فاتركوا قولى.** (ايقاظ همم اولى الابصار نصائح خلافى۔ ص۵۰)

ترجمہ: جب میں کوئی مسئلہ بتاؤں اور وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میرا قول چھوڑ دو۔

اقوال امام مالکؒ: (۱) **انما انا بشرا خطى واصيب فانظروافى رائى فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه وكل مالم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه** (جامع بيان العلم۔ لابن عبدالبر، ج۱، ص ۳۲، واصول الاحكام لابن حزم ج٦، ص ۱۳۹)

ترجمہ: میں انسان ہی تو ہوں میری رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی۔ تو میری رائے کو پرکھو، جو کتاب و سنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

(۲) لیس احد بعد النبی الا ویوخذ من قولہ ویترک الاالنبی. (جامع بیان العلم لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۳۲، واصول لابن حزم ج ۶، ص ۱۳۹)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جس کی بات لی جاسکتی ہو اور چھوڑی بھی جاسکتی ہو سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے۔

اقوال امام شافعیؒ: (۱) اذا صح الحدیث فھو مذھبی. (المجموع للنووی ج ۱، ص ۶۳)

ترجمہ: جب صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

(۲) اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول فقولوا بسنة رسول اللہ ودعوا ما قلت.

(مناقب الشافعی للبیہقی۔ ج ۱، ص ۳۷۲)

ترجمہ: جب تم میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف پاؤ تو سنت رسول ﷺ کو لے لو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔

(۳) کل حدیث عن النبیؐ فھو قولی وان لم تسمعوہ منی. (مناقب الشافعی لابن ابی حاتم۔ص ۹۳)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے جو حدیث ثابت ہو وہی میرا قول ہے اگرچہ تم لوگوں نے اس کو مجھ سے نہ سنا ہو۔

(۴) کل متکلم من الکتاب والسنة فھوالحق وما سواہ ھذیان، (توالی التأسیس لابن حجر ص ۱۱۰)

ترجمہ: جو آدمی کتاب وسنت سے بات کررہا ہو وہ حق بات ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے بکواس ہے۔

اقوال امام احمد بن حنبلؒ: (۱) لاتقلدونی ولا تقلدوا مالکاً ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذوا من حیث اخذوا. (اعلام الموقعین ص ۳۰۲، ج ۲)

ترجمہ: میری تقلید نہ کرو نہ مالک کی تقلید کرو نہ شافعی کی نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی۔ تم وہیں سے لو جہاں سے انھوں نے لیا ہے۔

(۲) من ردّ حدیث رسول اللہ ﷺ فھو علی شفا ھلکة (صفة صلاة النبی الالبانی ص ۵۳)

ترجمہ: جس نے حدیث رسول ﷺ کو رد کیا ہے وہ تباہی کے کنارے پر ہے۔

علامہ عابد سندھی نے فرمایا:

علامہ عابد سندھی **طوالع الانوار** حاشیہ **درمختار** میں شیخ ابوالمعالی سندی سے نقل کیا ہے۔

وجوب تقلید مجتھد معین لاحجة علیہ لامن جھة الشریعة ولا من جھة العقل.

''مجتہد معین کی شخصی تقلید کے وجوب کی دلیل نہیں نہ عقلی نہ شرعی۔ (الارشاد مطبوعہ انصاری ص ۶۳)

مقلد انسان حیوان ہے: قال عبداللہ المعتمر: لافرق بین بھیمة تنقاد و انسان یقلد.

ترجمہ: عبداللہ بن معتمر فرماتے ہیں کہ مقلد انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ (اعلام الموقعین مطبوعہ شراف المطالعہ، ج ۱، ص ۱۲۷)

تقلید ایک آفت: ھذا کلھن آفة التقلید و عدم رجوعھم الی مدارک الحدیث.

عینی شرح ہدایہ میں ہے ''اور یہ ساری غلطیاں تقلید کی آفت سے ہیں اور ان لوگوں کی کتب حدیث کی طرف رجوع نہ کرنے سے۔ (الارشاد مطبوعہ انصاری ص ۱۶۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا: علماء رابہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدائے

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۱، ص ۱۷۶)

ترجمہ: مقلدین نے علماء کو پیغمبر کا درجہ دے دیا بلکہ خدا کا۔

نیز فرمایا: من اللطائف التی قلما ظفر بھا جدلی کحفظ مذھبہ ما اخترعہ المتاخرون لحفظ مذھب ابی حنیفة وھی عدة قواعد یردون ماجمیع مایحتج بھا علیھم من الاحادیث الصحیحة. (فتاویٰ عزیزیہ ص ۶۲)

متاخرین کے چند گھڑے ہوئے قواعد امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی حفاظت کے لیے جو دنیا کے عجائبات میں سے ہیں ان قواعد کی بدولت وہ تمام احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: وحنفیان برائے احکام مذھب خود اصل چند تراشیدند الخاص بین فلا یلحقہ البیان، العام قطعی کا الخاص، المفھوم المخالف غیر معتبر، الترجیح بکثرة الرواة غیر معتبر، الزیادة علی الکتاب نسخ. (فرق العینین۔ ص ۱۸۶)

ترجمہ: احناف نے اپنے مذہب کی پختگی کے لیے کچھ اصول گڑھ لیے ہیں مثلاً خاص بین ہے اسے بیان کی حاجت نہیں، عام بھی خاص کی طرح قطعی الدلالة ہے، مفہوم مخالف معتبر نہیں، راویوں کی زیادتی کی وجہ سے ترجیح معتبر نہیں، کتاب اللہ پر زیادتی کتاب کا نسخ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول اللہ بلا برھان. (عقدالجید مطبوعہ صدیقی لاہور۔ ص ۳۹)

ترجمہ: تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے

علامہ زمخشری نے یہ مثل لکھی۔ **ان كان للضلال ام فالتقليد امه فلا جرم ان الجاهل يقلده.** (اطواق الذهب مطبوعه مصر ص ٤٧)

اگر گمراہی کی کوئی ماں ہے تو تقلید ہی اس کی ماں ہے یقیناً جاہل ہی تقلید کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم نے فرمایا: **واهرب عن التقليد فهو ضلالة ان المقلد في سبيل الهالك** (معيار الحق مطبوعه رحمانی ص ٢٥٢)

تقلید سے بھاگ کیوں کہ وہ گمراہی ہے بے شک مقلد ہلاکت کے راستے میں ہے۔

ملا معین حنفی نے فرمایا: **من يعتصب بواحد معين غير رسول الله ويرىٰ ان قوله هو الصواب الذي يجب اتباعه دون الائمة الأخرين فهو ضال جاهل بل قد يكون كافراً يستتاب فان تاب والا قتل فانه متى اعتقدانه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هذا الائمة دون الأخرين فقد جعله بمنزلة النبي ﷺ وذلك كفر.**

(کہا ابن عز نے ہدایہ کے حاشیہ میں) جو شخص کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور خاص ایک ہی شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی بات صحیح اور واجب الاتباع ہے اور کسی کی ائمہ میں سے صحیح نہیں ہے پس وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیوں کہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ لوگوں پر ایک خاص شخص کی متابعت واجب ہے تو اس کو بمنزلۂ نبی کے ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔ (دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور ص ۱۲۵)

مولانا جلال الدین رومی نے فرمایا: پس خطر باشد مقلد را عظیم

از رہ و رہزن زشیطان رجیم (مثنوی مولانائے روم مطبوعه نول کشور۔ص ٤٤٩)

مقلد کو شیطان مردود ڈاکو سے بڑے بڑے خطرے ہیں۔

سعدی شیرازی نے فرمایا: خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید۔ (بوستان مطبوعہ نول کشور ص ۱۷)

نبی ﷺ کے خلاف جس نے راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچے گا۔

مقلد ولی نہیں ہو سکتا:

ان الولى الكامل لايكون مقلداً انما ياخذ علمه من العين التى اخذ منها المجتهدون.

(ميزان كبرىٰ للشعرانی مطبوعه مصر۔ ص۔٢٠)

ولی کامل مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنا علم اسی چشمہ سے لیتا ہے جس سے مجتہدوں نے لیا۔

حنفیوں میں کوئی ولی نہیں ہوا: **قيل للشيخ الجيلانی هل كان لله ولياً على غير اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما كان ولا يكون.** (طبقات ابن رجب، ج ١، ص، ١٠٢)

حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا امام احمد بن حنبلؒ کا اعتقاد رکھنے والوں کے سوا کوئی اور ولی ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔''

مذہب حنفی کے کثرت شیوع کے متعلق ایک مغالطہ کا ازالہ

حنفی حضرات کہتے ہیں کہ مذہب حنفی کی اس قدر ترویج و شہرت اور اس کا کثرت شیوع اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

جواب یہ ہے کہ مذہب حنفی کے کثرت شیوع کی وجہ یہ ہے کہ اکثر سلاطین (بادشاہ) حنفی المذہب گذرے ہیں اور بفحوائے ''الناس علی دین ملوکھم'' (کہ رعایا اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے) مذہب حنفی کی کثرت من وجہ السلاطین ہوئی۔ بادشاہ اور عام لوگ تو اسی مذہب کو ضرور پسند کریں گے جو ان کی خواہش کے موافق ہو اور مذہب حنفی اس کا مصداق تھا۔

تقلیدی تعصب کی کہانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی زبانی:

دیوبندی حکیم الامت ان کی سوانح عمری (تذکرۃ الرشید ۱۲۱ مطبوعہ بلالی پریس ساڈھوڑہ) میں لکھتے ہیں:

''مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد (یعنی اپنے مذہب کے امام کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بے چین ہو جاتے ہیں) بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو، خواہ کتنی ہی دلیل قوی اس کے معارض ہوں بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کچھ نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں بھی اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرتِ مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں یہ دل نہیں مانتا کہ قول مجتہد (اپنے مذہب) کو چھوڑ کر حدیث صریح پر عمل کر لیں۔''

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی رنجیدگی: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مقلدین کی سکھا شاہی اور اصول فقہ کے جور و جفا سے رنجیدہ ہو کر خون کے آنسو یوں بہاتے ہیں۔

''مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوباً اور مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح، مخالفِ قول امام ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل اور خلل، حدیث میں پیدا کر کے، یا اس کی تاویلِ بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے۔'' (فتاویٰ امدادیہ۔ ج ص ۹۵)

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نے فرمایا:

فرماتے ہیں: ''کلام صحابی اگر مخالف حدیث ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس کو ترک کر دینا چاہیے اور افعال رسول ﷺ کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیے۔'' (احسن القریٰ ص ۱۴۷)

تلبیس ابلیس: عبدالرحمٰن جوزی نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں لکھا ہے کہ شیطان دو طریقوں سے اس امت کے عقائد میں داخل ہوا۔ (۱) باپ دادوں کی تقلید کی راہ سے (۲) ایسی باتوں میں غور وخوض کرنے سے جس کی تہہ نہیں ملتی یا غور کرنے والا اس کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پس ابلیس نے دوسری قسم کے لوگوں کو طرح طرح کے خراب خلط ملط میں ڈال دیا۔

رہا طریق اول تو ابلیس نے مقلدین پر یہ رچایا کہ دلیلیں کبھی مشتبہ ہو جاتی ہیں اور راہِ صواب مخفی ہو جاتی ہے تو تقلید کر لینا سلامتِ راہ ہے۔ اس راہِ تقلید میں بکثرت مخلوق گمراہ ہوئی اور عموماً اسی سے لوگوں پر تباہی آئی۔ بے شک یہود ونصاریٰ نے اپنے باپ دادوں، پادریوں، پوپوں کی تقلید کی اور اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں لوگ اسی تقلید پر جمے ہوئے تھے۔

اور واضح رہے کہ جس دلیل سے انھوں نے تقلید کی تعریف کی اسی سے اس کی مذمت نکلتی ہے کیوں کہ دلیلیں جب مشتبہ ہو جائیں اور راہِ صواب مخفی ہو تو تقلید کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ضلالت میں نہ پڑیں۔

دوسرے تقلید کرنے والے عقل کی منفعت زائل کر لیتے ہیں اس لیے کہ عقل تو پیدا کی گئی تھی کہ آدمی غور و تامل کرے اور جس شخص کو اللہ نے یہ شمع دی ہو اگر وہ شمع بجھا کر اندھیرے میں چلے تو اس کی یہ حرکت احمقانہ ہے۔ جتنے اصحاب مذاہب ہیں ان کے ذہنوں میں ایک شخص بڑی شان کا متصور ہو گیا تو جو کچھ اس نے کہا اس کو بے سمجھے بوجھے ماننے اور پیروی کرنے لگے۔ یہی عین گمراہی ہے۔

کیوں کہ درحقیقت بات پر جانا چاہیے بات کہنے والے پر نہیں۔

حارث بن حوط نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ باطل پر تھے؟ تو علیؓ نے فرمایا کہ اے حارث تجھ پر معاملہ مشتبہ ہے حق کا پہچاننا لوگوں سے نہیں ہوتا بلکہ حق کو پہچان لے تو حق والے کو بھی پہچان لے گا۔ (تلبیس ابلیس لعبدالرحمٰن الجوزی ۱۳۲۳ھ لابی مع اردو ترجمہ مطبوعہ فاروقی دھلی ص ۱۱۳-۱۱۲)

تقلید کا منطقی رد: مقلد کا سوال: یہ کہنا کہ دین ایک ہے اس کے چار دین کر دیئے سراسر غلط فہمی ہے۔ یہ اعتراض دین و مذہب کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے، اسلام ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی جیسے حیوان ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں انسان، بقر، غنم، حمار وغیرہ۔

اہلحدیث کا جواب: جنس بحثیت جنس، ماہیت متقررہ نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ فصلِ مقوم نہ ملے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حیوان بحثیت حیوان کہیں متحقق نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ فصول مقومہ نہ ملیں۔

پس اگر اسلام ایک جنس ہے تو وہ حنفیت، شافعیت وغیرہ سے پہلے متحقق تھا یا نہیں؟ اگر متحقق تھا اور یقیناً تھا تو اسلام جنس نہ ہوا اور اگر نہیں تھا تو اسلام کا آغاز ائمہ اربعہ سے ہوا۔

جنس کی تعریف: المقول علی کثیر بن مختلفین بالحقائق یعنی جنس وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے حیوان۔ نوع کی تعریف۔ المقول علی کثیر بن متفقین بالحقائق نوع وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں جیسے انسان، پھر جنس اور نوع دونوں ایک کیسے ہوئے جب کہ ان دونوں کی تعریفات متبائن ہیں اہل منطق کی بستی میں بطور خادم رہنے والے بھی یہ جانتے ہیں کہ جو فصل نوع کے لیے مقوم ہوگا وہ جنس کے لیے مقسم ہوگا مثلاً حیوان (جنس) کے ساتھ فصل (ناطق) مل کر انواع بنانے کی وجہ سے مقوم ہوں گے تو جنس کے لیے مقسم کہلائیں گے جن کی وجہ سے جنس متعدد اشکال میں تقسیم ہو جائے گی۔

منطق کا طالب علم جانتا ہے کہ بشرط لاشی کے درجے میں متقرر نہیں ہوتی جب تک کہ فصل مقوم اس کے ساتھ مل کر اسے نوع نہ بنادے۔

پھر حنفی مذہب کو قبل حنفیت مسلمان کہنا گویا فصل مقوم کے بغیر جنس متقرر ماننا ہے جو داب محصلین کے خلاف ہے۔

نام نہاد قیاس و تفقہ کی راہ: کانت عائشه یؤمها عبدها ذکوان من المصحف.
(بخاری ص ۷۵۶،ج۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا، مگر فقہ کا کہنا ہے......

لو نظر المصلی الی المصحف و قرأ منه فسدت صلوته لا الی فرج امراة بشهوة. (الاشباه والنظائر مطبوعه هند ص.۴۳۴)

ترجمہ: اگر نمازی نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر عورت کی شرمگاہ جنسی جذبے کے ساتھ دیکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اب اس عقل پروری اور تفقہ نوازی کو کون سمجھے جہاں قرآن دیکھنے سے خشوع ٹوٹے اور عمل کثیر ہو اور شرمگاہ کی طرف جنسی جذبے کے ساتھ توجہ نماز پر کوئی اثر ہی نہ ڈالے۔

عن ابی مسعود قال رسول الله یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القراءة سواء فاقدمهم فی الهجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فا علمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم سنا ولا یؤم الرجل فی سلطانه ولا یقعد علی تکرمته الا ان یاذن لک.

ترجمہ: ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری ہو۔ پس اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو ہجرت میں مقدم ہو اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو احادیث زیادہ جانتا ہو۔ احادیث جاننے میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جس کی عمر زیادہ ہو اور کوئی دوسرے کی جگہ میں جا کر امامت نہ کرے نہ تو اس کی جگہ پر جا کر بیٹھ جائے ہاں اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے۔ (نسائی کتاب الامامۃ، باب من احق بالامامۃ)

قارئین: مذکورہ حدیث کو دیکھیں اس میں امامت کی شرطیں کی بتا دی گئیں ہیں اور امام کا جسمانی نقص وعیب مثلاً (اندھا ہونا، لولا ہونا لنگڑا ہونا) سے پاک ہونا امامت کی شرط ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کا بھی ذکر فرما دیتے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اندھے کی امامت کا تذکرہ کئی حدیثوں میں موجود ہے۔

عن انس بن مالک ان رسول الله استخلف ابن مکتوم علی المدینة مرتین یصلی بهم وهو اعمیٰ. (مسند احمد حدیث ۱۳۰۳۱، مطبوعه بیت الافکار ریاض)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ پر (اپنی غیر موجودگی میں) دو مرتبہ عبداللہ ابن

مکتوم کو اپنا جانشین بنایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے جب کہ وہ اندھے تھے۔

عن ابن شهاب عن محمود بن الربیع ان عتبان بن مالک کان یوم قومه وهو اعمی.
(نسائی، باب امامة الاعمیٰ)

ترجمہ: عتبان بن مالک اندھے تھے اور اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ حیرت ہے ان احادیث کے ہوتے ہوئے گلبرگہ میں موجود ایک عالم نما جاہل کا کہنا ہے کہ جسمانی نقص وعیب والے آدمی کی امامت درست نہیں۔ یا للعجب

قال صاحب کتاب مواقی الفلاح الحنفی عن ماء البر النجس الذی وقع فیه حیوان ثم مات وانتفخ فان عجن بما ئها یلقی للکلاب او یعلف به المواشی وقال بعضهم یبا ع لشافعی (مرفی الفلاح۔ ص ۲۱،۲۲)

ترجمہ: صاحب مراقی الفلاح حنفی نے کہا کہ کنویں کا پانی کسی جانور کے مر جانے اور پھول پھٹ جانے سے نجس ہو جائے اور اس نجس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو بعد میں علم ہو جائے کہ پانی نجس تھا تو آٹا یا تو کتے کو ڈال دیا جائے یا چوپایوں کو کھلا دیا جائے۔ ایک نے تو کہا کہ شافعی مذہب والوں کو یہ آٹا بیچ دیا جائے، حنفیوں کی تعصب کی یہ انتہا ہے کہ کتے اور جانور کو تو یونہی کھلا دیا جائے مگر شافعی مذہب والے کو مفت نہ دیا جائے بلکہ پیسہ لے کر دیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ **لا یقلد الا عصبی او غبی.** کہ تقلید متعصب اور احمق ہی کرتا ہے۔

اجتہاد کی حقیقت: سوال یہ ہے کہ ائمہ کرام سے پہلے امت کے افضل ترین لوگ صحابہ کرام و تابعین عظام کس کی تقلید کرتے تھے؟ جواب یہ ہوگا کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ خالص کتاب وسنت پر ان کا عمل تھا۔ پھر ائمہ کرام آئے ان کے دور میں احادیث نبویہ اس طرح اکٹھا نہیں ہوئی تھیں جس طرح بعد میں چل کر اکٹھا ہوئیں۔ لہٰذا بہت سے پیش آمدہ مسائل جن کے بارے میں ان ائمہ کے پاس احادیث نہیں پہنچی تھیں ان میں انھوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اجتہادات حدیث کے خلاف ہیں تو انھوں نے ان سے رجوع کر لیا۔

اجتہاد کو آپ ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً رات میں آپ کہیں اتر پڑے آپ کو عشاء کی نماز ادا کرنی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ قبلہ کدھر ہے؟ آپ نے تحرّی (اجتہاد) کیا اور آپ نے اجتہاد کے مطابق ایک

سمت میں قبلہ سمجھ کر نماز ادا کر لی۔ فجر کی نماز بھی آپ نے اسی طرف رخ کر کے پڑھ لی۔ سورج نکلنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے نماز پڑھی ہے تو آپ ظہر کی نماز میں کس طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے؟

عشاء اور فجر کی نمازیں جو آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے ادا کی تھیں وہ درست ہو گئیں۔ دونوں نمازوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں لیکن اب سورج نکلنے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے نماز پڑھی تو آپ جس طرف قبلہ ہے اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے اب قبلہ کی تلاش کے لیے اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

ائمہ کرام کا یہی طریقہ تھا کہ جن مسائل میں انھیں حدیث نہیں ملی ان مسائل میں انھوں نے اجتہاد کیا لیکن بعد میں جب احادیث معلوم ہو گئیں اور معلوم ہوا کہ ان کا کوئی اجتہاد حدیث کے خلاف تھا تو اس اجتہاد سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ جس طرح سورج نکلنے کے بعد یہ ظاہر ہو جائے کہ قبلہ فلاں جانب ہے تو اب گنجائش نہیں کہ آپ قبلہ چھوڑ کر کسی اور سمت نماز ادا کریں۔ اگر آپ نے ایسی حرکت کی تو نماز قبول تو درکنار آپ الٹا گنہ گار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کو گزرے ہوئے چودہ سو سال ہو گئے اور ائمہ کرام کو گزرے ہوئے بارہ سو سال ہو گئے۔ فرض کیجئے اب نبی کریم ﷺ اور چاروں ائمہ کرام زندہ ہو کر دنیا میں تشریف لے آئیں اور نبی کریم ﷺ فرمائیں کہ یہ کرو اور ائمہ کرام کہیں کہ اس طرح نہیں بلکہ اس طرح کرو تو ایسی صورت میں کس کا حکم مانا جائے گا؟

ظاہر ہے نبی ہی کی بات کو تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جائے گا۔ ائمہ کی بات کو چھوڑ دیا جائے گا اب نہ تو نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ہیں اور نہ تو ائمہ کرام۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث وسنن موجود ہیں اور ائمہ کے اجتہادات وآراء۔ اگر ایک طرف نبی ﷺ کی کوئی حدیث یا سنت ہو دوسری طرف کسی امام کا قول یا رائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں امام کے قول کو چھوڑ کر نبی ہی کے قول کو لیا جائے گا۔ حدیث تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کفر لازم آجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ جنھوں نے احادیث نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کیا وہ اس بات کی تاکید کر رہے ہیں کہ ہمارے اجتہادات کے خلاف اگر احادیث مل جائیں تو ہمارے اجتہادات کو چھوڑ کر احادیث کو حرز جاں بنانا۔

کیا محدثین مقلد تھے؟ اسماء الرجال کی کتابوں کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کسی کے مقلد نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدث بننے کے لیے بہت سے علوم وفنون سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ **عالم کسی کا مقلد نہیں ہوتا۔** ''**المستصفیٰ فی علم الاصول**'' میں امام غزالیؒ نے فرمایا **التقلید لیس فی شئی من العلم.** تقلید علم کا درجہ نہیں اور ابن قیم نے اعلام الموقعین میں فرمایا **ولا خلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم وان المقلد لایطلق علیه اسم العالم.** کہ اس میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں اور مقلد کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔

لیکن طبقات کی کتب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام محدثین مقلد تھے طبقات والوں کا حال ایسا ہے کہ انھوں نے کسی بڑے سے بڑے محدث کو تقلید کے جال میں قید کرنے سے گریز نہیں کیا۔ یہ صرف قلم کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک مذہب والے نے ائمہ کرام اور محدثین عظام کو اس پھندے میں گرفتار کرنے کی سعی کی اس سے صرف عوام کو خوش کرنا یا تائید مذہب مقصود تھا۔

بعض دفعہ محض نسبت کی بناء پر ائمہ کرام ومحدثین عظام کو تقلید کے زمرے میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ نسبت کا تعلق چند امور سے ہوتا ہے جن میں تقلید کا پہلو قطعاً نہیں پایا جاتا۔

(۱) استاذ کی طرف نسبت ہو یعنی کسی محدث کا استاذ کسی ایک مذہب کی نسبت رکھتا ہو۔

(۲) علاقے میں کسی مذہب کی کثرت ہو تو اس علاقے کی وجہ سے اس کی طرف نسبت مشہور ہو گئی۔

(۳) کسی کا طریق استنباط کسی ایک امام سے ملتا جلتا ہو تو اسی امام کی طرف نسبت کر دی گئی جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ مصری ص۱۵۲ میں فرماتے ہیں:

وکان صاحب الحدیث قدینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقته له کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی.

یعنی کوئی محدث کبھی کسی مذہب کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ کثرت موافقت (طریق اجتہاد) کی وجہ سے جیسے کہ امام نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں لوگ انھیں شافعی سمجھتے ہیں مگر وہ شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔ اسی طرح پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو بھی کثرت موافقت کی وجہ سے حنبلی کہہ دیا گیا ہے ورنہ تقلید زیر بحث سے حضرت پیران پیر کی شان بہت بلند تھی۔ وہ اپنی تصانیف میں عام طور سے احادیث سے سند لاتے ہیں محض امام احمد بن حنبل کے قول کو بطور دلیل نہیں لاتے حالانکہ مقلد کی

دلیل اس کے امام کا قول ہے۔جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔"اماالمقلدفمستنده قول امامه"

مولانا عبدالحئی لکھنوی نے النافع الکبیر ص۱۳،۱۵ پر لکھتے ہیں"وانما انتسب الیه لسلو که طریقته فی الاجتهاد"یعنی کبھی کبھی مجتہد کے طریق اجتہاد کی موافقت کی وجہ سے کسی مجتہد کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

(۴) کسی محدث نے کوئی کتاب لکھی اور اس کا اکثر حصہ کسی امام کے اجتہاد کے موافق ہو گیا تو اس کو اسی امام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

(۵) کسی حکومت کے خوف سے نسبت اس طرف کر دی جس کی طرف حکومت کا میلان ہو۔

(۶) بعد والوں نے طبقات کی تعداد بڑھانے کے لیے ائمہ ومحدثین کو تقلید کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا۔

(۷) کسی صاحبِ مذہب کے مدرسے میں تعلیم کا موقع ملا تو اس کو اس مدرسے کی طرف منسوب کر دیا گیا

اس آخری عقدے کی مثال کے لیے مولانا ثناءاللہ امرتسری کو پیش کیا جاتا ہے جو دارالعلوم دیوبند کی دیواروں کے سائے میں فقہی تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب دیوبند نمبر شائع ہوا تو انھیں دیوبندیت کی صف میں لا کھڑا کیا گیا۔حالاں کہ وہ مسلک اہل حدیث کے پابند اور اس کے داعی تھے۔مختصر یہ کہ تمام معروف محدثین کرام کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ مستقل مجتہد تھے اور مندرجہ بالا وجوہ میں سے کسی وجہ کی بناء پر مذہب کی طرف منسوب کر دیا گیا۔جیسا کہ مشہور شافعی امام قاضی ابوبکر قفال کہتے ہیں:لسنا مقلدین للشافعی بل وافق را ینارایه.

کیا اهل حدیث امام بخاریؒ کی تقلید کرتے هیں؟

مقلدین کہتے ہیں تقلید سے کون خالی ہے تم بھی امام بخاری کی تقلید کرتے ہو۔

واہ میاں: ذرا بتاؤ حاکم وقت کا ایلچی (قاصد) اگر حاکم کا حکم سنا دے تو وہ حکم ایلچی کا ہو گا یا حاکم وقت کا؟ کیا تم اس سے یہ کہہ سکتے ہو کہ جا ہم تیری بات نہیں مانتے انصاف سے سوچ کر بولو کیا کہو گے؟

خیر اس کو جانے دو تمہارے درمیان اور امام ابوحنیفہ کے درمیان صد ہا برسوں کا فاصلہ ہے اور ہدایہ کنزالدقائق، عالمگیری، قدوری، درمختار کے مصنفین کے درمیان سینکڑوں برسوں کا فاصلہ ہے اور تم لوگ ان کے فتوؤں پر ایمان واعتقاد رکھتے ہو اور ان پر عمل کرتے ہو اور خالص حنفی کہلاتے ہو مگر کوئی عقل کا دشمن یہ نہیں کہتا کہ میں ہدایہ، درمختار وغیرہ کے مصنفین کا مقلد ہوں اگر کوئی یہ کہے کہ شاگرد بھی تو استاذ کی نقل کرتا ہے اس لیے استاذ جو کہتا اس کو قبول کر لیتا ہے یہی تقلید ہے یہ اس کی بڑی غلطی ہے۔

اولاً یہ بتایئے کہ تقلید تو اس وقت ہو گی جب شاگرد استاذ کی ایجاد کردہ باتوں کو تسلیم کرے۔کیا استاذ اس کو اپنا اجتہاد پڑھاتا ہے یا کہ نقل سکھاتا ہے۔اگر یہ نقل سکھاتا ہے تو تقلید نہیں اگر اسی کو تقلید کہتے ہیں تو امام صاحب کے اقوال کو کس کے کہنے سے قبول کرتے ہو۔اگر صاحب ہدایہ اور درمختار وغیرہ کے کہنے سے قبول کرتے ہو تو تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے۔

اب ذرا انصاف سے بتاؤ کہ ہدایہ وغیرہ میں کس کی باتیں ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کی باتیں ہیں؟ یا امتیوں کی؟ ذرا دیر کو یوں ہی تسلیم کر لو قرآن وحدیث سے نکالی ہوئی ہیں مگر اللہ کے بندو یہ عین کلامِ نبی تو نہیں۔

''بوئے مشک ہے مگر مشک تو نہیں''

قبول روایت تقلید نهیں: محدثین نے جو احادیث جمع کیں لکھیں ان احادیث کا سن لینے والا ان کا مقلد نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ وہ احادیث ان محدثین کا قول نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں جن کو محدثین روایت کرتے ہیں اور محدثین اور دیگر رواۃ حدیث تو محض ایک واسطہ ہیں جیسا کہ کتب فقہ کے مؤلفین اور دیگر حنفی علماء امام ابوحنیفہؒ کے قول کی نقل کے لیے محض ایک واسطہ ہیں اور ان سے لینے والے ان کے مقلد نہیں کہلاتے۔اس کے علاوہ اگر نقل روایت کرنے والے کی روایت کردہ بات کو ماننے والا مقلد کہلائے تو ماننا پڑے گا کہ ائمہ اربعہ بھی مقلد تھے۔اس لیے کہ انھوں نے بھی تو احادیث آخر رواۃ حدیث اور محدثین ہی سے لی ہیں خود انھوں نے وہ احادیث پیغمبر کی زبان سے نہیں سنیں حالانکہ ان کا مقلد ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا پس اہل حدیث محدثین کی روایت کردہ حدیثوں کو لینے سے ان کے مقلد نہیں کہلائے جا سکتے۔

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکارِ عمیق
حلقہ شوق میں وہ جرأت رندانہ کہاں
آہ! محکومئی تقلید و زوالِ تحقیق
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

تقلید کی اقسام کا تجزیہ:

تقلید کی چار قسمیں ہیں: (۱) واجب، (۲) مباح، (۳) حرام اور (۴) شرک

واجب: لاعلمی کے وقت کسی مجتہد کی اس شرط پر تقلید کرے کہ اس وقت تک مانتا ہو جب تک اس کا مخالف کتاب وسنت ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔

مباح : مذہب معین کی تقلید ہے اس تعین کو نہ امر شرعی جانتا ہو نہ تعصب رکھتا ہو۔ دوسرے مذاہب کے مسائل کو بھی لے لیتا ہو۔ ظاہر نصوص کا انکار نہیں کرتا دوسرے کو برا نہیں سمجھتا نہ طعن و تشنیع کرتا ہو۔

حرام : کسی مجتہد کے تمام مسائل کو واجب شرعی جانتا ہو اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے امام کی تقلید کو لازم بتایا ہے۔ قرآن وحدیث سے براہ راست استفادہ سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔

شرک : کسی شخص کی تقلید کو لازم کرلے اور اس قدر غلو کرے کہ قرآن وحدیث آنے پر بھی وہ امام کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا بلکہ تاویل وتحریف کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور تاویل کر کے اپنے امام کے قول کے مطابق بتاتا ہو۔ اپنے امام کے قول کو قرآن وحدیث کے مطابق ...... امام نے جو حلال کیا اسے حلال سمجھا جسے حرام کہا اسے حرام سمجھا۔

تقلید کی مذکورہ بالا تقسیم بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعتِ حسنہ اور بدعت سئیہ۔ اور جب نبی اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ ہر بدعت ضلالت ہے تو کوئی بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے۔

جہاں تک پہلی قسم تقلید مطلق کا سوال ہے تو یہ کسی اعتبار سے تقلید نہیں کیوں کہ ایک عامی کا کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھنا استفادہ ہے اور یہ قرآن کا حکم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید کی ان چار اقسام کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں نقل کیا تھا اور نقل در نقل کے نتیجے میں متعدد علماء نے اس کو اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دے دی جب کہ تقلید کی کوئی قسم جائز نہیں۔

اعتبار جرح کے لیے معاصرت کی شرط؟

☆ آپ کہتے ہیں کہ جرح کے معتبر ہونے کے لیے معاصرت شرط ہے (اور مقصود یہ بتانا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پر بعد کے لوگوں نے جرح کی ہے اس لیے معتبر نہیں)

☆ یہ بات یقیناً علم حدیث کے ماننے والوں کے لیے بھی ایک انکشاف ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں مذکورہ اصول، اصول حدیث کی کس کتاب میں درج ہے؟

☆ اس قول کی روشنی میں ضروری ہے کہ ماہرین فن حدیث یا جرح وتعدیل کے ائمہ صرف اپنے زمانے میں موجود رواۃ حدیث پر ہی جرح کر سکتے ہیں اپنے زمانے سے ماقبل کے افراد یا رواۃ پر جرح کرنے کا ان کو حق نہیں اور اگر وہ جرح کریں تو معتبر ومقبول نہیں ہوگی۔ چنانچہ یحییٰ بن معین ابن عیینہ ابن مبارک، سعید بن قطان، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم ابن حبان، امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام حاکم، امام دارقطنی، امام ابن تیمیہ جیسے ائمہ حدیث نے اپنے دور سے پہلے کے جن رواۃ حدیث پر جرحیں کی ہیں وہ سب آپ کے مذکورہ قول کے مطابق مسترد ہو جاتی ہیں۔ علمی دنیا میں اس نادرۂ روزگار تحقیق سے یقیناً تہلکہ مچ جائے گا۔ اور علوم حدیث کے دفاتر کی از سر نو چھان بین کی ضرورت پڑ جائے گی۔

☆ مذکورہ قول آپ کے علم اور خاص طور سے علم حدیث سے دوری کا بین ثبوت ہے کیوں کہ اہل علم وفن کے نزدیک معاصرت جرح کے اعتبار کے لیے شرط نہیں بلکہ ''بعض اوقات'' معاصرت کی وجہ سے جرح غیر معتبر سمجھی جاتی ہے کیوں کہ **ان المعاصرة اصل المنافرة**. معاصرت، منافرت اور مخاصمت کی بنیاد ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم عصر آدمی نے جرح کی ہے تو یہ امکان واحتمال ہو سکتا ہے کہ محض معاصرانہ چشمک و رقابت کی بناء پر غلط فہمی پیدا ہوئی ہو اور جرح کر دی گئی ہو اس لیے جرح کو قبول کرنے کے سلسلے میں بعض شرائط مقرر ہیں جیسے یہ کہ جرح وہ معتبر ہوگی جو مفسر ہو (خصوصاً اس راوی کے بارے میں جس کے حق میں کچھ لوگوں نے تعدیل کی ہو چنانچہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوگی۔ کما ھو مبین فی موضعہ)

☆ بالفرض آپ کی مذکورہ بے دلیل، بے بنیاد اور غیر معقول بات کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی آپ اپنے مقصد ومراد میں کامیاب نہیں ہوتے کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ پر روایت حدیث میں جرح کرنے والے ائمہ کرام میں ان کے ہم عصر بھی شامل ہیں جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام عبداللہ بن مبارک...... وغیرہ

خلاصہ یہ کہ نہ آپ کا قول کوئی وزن رکھتا ہے اور نہ ہی اس سے آپ کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

تقلید شخصی اور مکتب فکر کا نیا شوشہ میں جوھری فرق؟ یا سامانِ تسلی؟

آپ کا فرمان ہے کہ ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں ہم مکتب فکر کے قائل ہیں......

یہ فرمان بھی خبط الحواسی کی ایک واضح مثال ہے۔ غلط اور کمزور موقف اختیار کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی ایک بات پر ٹک نہیں پاتا۔ ذرا وضاحت تو کیجئے کہ ''ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں'' میں

”ہم“ سے مراد کون ہیں؟ کیا احناف کے سارے علماء اور عوام یا پھر صرف آپ اور آپ کے معتقدین؟ یہ سوال ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ آج تک آپ کے اکابر علماء نے دعویٰ پیش کیا ہے کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور تقلید شخصی کا ثبوت کھینچ تان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت کرتے ہیں (تقلید کے اثبات میں علماء احناف کی عام کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں) نیز آپ کے علماء تقلید شخصی کو ضروری اور اجتماعی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جب کہ آپ کے مذکورہ قول سے ان بزرگوں کی ساری مساعی یک قلم مسترد کر دی گئیں۔ بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے اپنے اکابر علماء سے کسی حد تک اختلاف و بغاوت تو کی اور یک گونہ ہمارے موافق تو ہوئے کہ تقلید شخصی کے قائل نہیں۔ گزارش ہے کہ اس فکر کا پرچار پہلے خود اپنے حنفی حلقوں میں کریں جہاں عوام و خواص تقلید شخصی کے وجوب کی قائل ہیں۔

☆ دوم آپ سے سوال ہے کہ ”ہم مکتب فکر کے قائل ہیں“ میں مکتب فکر سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حنفی مسلک میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آراء پر فتویٰ دیا جائے صاحبین اور دیگر فقہا کے اقوال بھی مفتی بہ ہیں اور آپ اس اعتراض سے بچنا چاہتے ہیں کہ جب آپ بہت سے اقوال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کے اقوال مانتے ہیں تب بھی تو بات نہیں، کیوں کہ یہ ”مکتب فکر“ بھی وہ چیز نہیں ہے جس کی اطاعت و اتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یہ ایک شخص کی بجائے ایک شخص کی طرف منسوب ”بعد کے مسلک“ کی تقلید ہوئی اور اس کا حاصل بھی یہ ہوا کہ مسلک کے خلاف اگر قرآن کا فرمان اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر ائمہ کے اقوال ہوں سب مسترد ہو جائیں گے صرف مسلک یا مکتب فکر کی مانی جائے گی۔

اور اگر مکتب فکر سے مراد اہل الرائے کا مکتب ہے جو اہل الحدیث (اہل حجاز کے مقابل اہل عراق علماء کا تھا) تب بھی بات وہی رہی جو اوپر گزری۔ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور وصیتیں دیکھیں وہ اہل الرائے کی تردید کرتے اور اہل الحدیث کے طریقے کی تصدیق کرتے ہوئے وصیت کرتے ہیں کہ اہل الحدیث کا طریقہ قبول کرو۔

غرض تقلید شخصی اور مکتب فکر کی تفریق محض لفظوں کا بے معنی کھیل ہے اس سے معاملے میں کوئی جوہری فرق نہیں پڑتا اور مکتب فکر کے قائل ہو کر بھی کتاب و سنت کے متبع نہیں ہو پاتے۔

☆محدثین کی تصحیح و تضعیف (اسناد پر حکم) تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ جب ہم سند کو بلا تحقیق تسلیم کرتے ہیں تو ہم بھی اتنے ہی مقلد ہوئے تو اسی

اعتراض کو عام طور سے مقلدین یوں دہراتے رہتے ہیں کہ حدیثوں کے صحیح اور ضعیف ہونے اور مقبول و مردود ہونے کا حکم تو محدثین لگاتے ہیں عام لوگ یا ہر عالم و جاہل تو یہ حکم نہیں لگا سکتا نہ اس کا اہل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں سب لوگ محدثین کے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں خود اہل حدیث حضرات بھی۔ گویا تقلید کے منکر یہاں خود بھی تقلید کرتے یا کرنے پر مجبور ہیں۔ (کچھ اصحاب نے مزید تنوع پیدا کیا اور کہا کہ بتائیے کہ اللہ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کن حدیثوں کو صحیح اور کن روایتوں کو ضعیف کہا ہے کیوں کہ اگر اللہ و رسول کے علاوہ کی تصحیح و تضعیف مانی تو یہ تو تقلید ہو جائے گی اور اہل حدیث تقلید کے مخالف ہیں۔ کسی نے اسی اعتراض کو یوں پیش کیا کہ کیا اہل حدیث کا ہر جاہل و عامی بھی حدیثوں میں صحیح اور ضعیف کو جان لیتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر وہ بھی تو تقلید کرتے ہیں وغیرہ غرض یہ ایک اعتراض الفاظ و تعبیرات بدل بدل کر کیا جاتا ہے۔)

جب کہ یہ اعتراض بھی نہایت بودا اور بھونڈا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ معترضین نے سمجھا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ بے چارے تقلید کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب نہیں جانتے

(تقلید کرنے اور اس کا جواز بیان کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم تو جاہل ہیں قرآن و حدیث خود نہیں سمجھ سکتے اس لیے تقلید کرتے ہیں لیکن تقلید کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لیے ”علامہ“ بن کر نت نئے علمی شاہکار پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اس طرح تقلید ثابت ہوتی ہے۔ یعنی تقلید ثابت کرنے کے لیے وہ قرآن و حدیث اور عقلیات سمجھنے لگتے ہیں......)

اب مذکورہ اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

☆تقلید کہتے ہیں دین میں غیر نبی کی "رائے" کو قبول کرنا۔

محدثین جو حدیثیں نقل کرتے اور اس پر صحیح و ضعیف کا حکم لگاتے ہیں وہ اصولِ روایت کے تحت ان کی تحقیق اور خبر ہوتی ہے اجتہادی رائے نہیں ہوتی۔

رائے اور روایت کے درمیان یا اجتہاد و خبر کے درمیان فرق محتاج بیان نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص کوئی بات کہتا ہے کہ ”میرا خیال ایسا ہے“ اور کوئی بات کہتا ہے کہ ”میں نے ایسا سنا یا دیکھا ہے“ تو خیال والا جملہ رائے ہے اور سننے اور دیکھنے والے جملے میں خبر دی گئی ہے۔ دونوں جملے ایک جیسے نہیں ہیں۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے کسی غیر نبی کی رائے و اجتہاد کو قبول مسلمانوں پر واجب نہیں کیا ہے (یعنی تقلید کا حکم نہیں دیا ہے) لیکن شریعت نے ثقہ و عادل لوگوں کی شہادت و خبر کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے ''**ان جاء کم فاسق بنبأ** ......'' اگر کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین (تحقیق) کر لو۔

اس کا مخالف مفہوم یہ ہوا کہ کوئی عادل و پرہیزگار یا ثقہ آدمی خبر لائے تو اسے قبول کرلو۔ نیز شہادت و گواہی کے سلسلے میں متعدد آیات و احادیث ہیں جس طرح خبر کو قبول کرنے کے حکم میں بہت سے نصوص ہیں۔

لہٰذا جب ہم محدثین کا حدیثوں یا سندوں کے متعلق قول تسلیم کرتے ہیں تو تقلید نہیں کرتے بلکہ حکمِ شریعت کے مطابق ان کی روایت، خبر یا شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ کیوں کہ شریعت نے اسے قبول کرنے کا حکم دیا ہے، آراء رجال کو قبول کرنے کا حکم نہیں دیا۔ کیا اب بھی مذکورہ اعتراض باقی رہتا ہے؟

☆☆☆☆☆

مؤلف کی شائع شدہ کتابیں

۱) احسن الجدال بجواب راہِ اعتدال
۲) رفع الشکوک والاوھام بجواب بارہ مسائل بیس لاکھ انعام
۳) عورت اور اسلام
۴) تفسیر سورۃ الاخلاص
۵) تفسیر آیۃ الکرسی
۶) دل
۷) مختصر تاریخ اہل حدیث
۸) پیاری نبی کی پانچ پیاری نصیحتیں

اگر کوئی شخص جمالِ نبوت کا مشاہدہ قریب ترین فاصلوں سے کرنا چاہے تو اس پر اعتراض کیا ہے؟ میرے نزدیک تو یہ معاملہ سراسر محبت کا ہے۔ (القاسمی)

عاصم شہزاد فیت والا

فیت والا پبلیکیشن ہاؤس ,گولڈن ایجنیئز ,سٹی کالج کے پیچھے ,مالیگاؤں- 9028182104